ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

خلافت راشدہ میں عہدیداران کی تقرری کے قواعد وضوابط: تحقیقی جائزہ

The Rules and Regulations of Appointment of Officials in Islamic Shari'ah: A Critical Analysis

Dr. Irshad Hussain
Lecturer Islamic Studies Department Sir Syed College Multan
Dr. Allah Ditta
Assistant Professor FG Degree College for Women Multan Cantt
Email: profabughufran475@gmail.com
Dr. Hafiz Muhammad Hassan Mahmood
Lecturer Islamic Studies Department University of Education Vehari Campus

Abstract

This article intends to discuss the concept of appointments of officials in the golden era of Rashidun Caliphate. The Companions were the trustees of the Prophet's message. The collective policies that were made regarding the affairs of the state during the era of the Caliphs, were actually formed according to the circumstances in the light of the Prophet's teachings. Because the Companions were known for their righteousness, virtue and morality. Therefore, nothing of their words can be against the teachings of the Prophet. The Holy Prophet ordered the Muslim Ummah to hold fast to His Sunnah (Tariqah) and the Sunnah of His Caliphs who are on the righteous and straight path, and hold fast to it firmly. According to the Rashidun Caliphs, government officials and the ruling classes were the representative or the protectors of Allah and Muslims, which should be entrusted to honest and just people, and no one has the right to dispose of this trust in an arbitrary way or for selfish purposes. The Rashidun Caliphs always considered themselves accountable to the Ummah regarding their responsibilities, their doors were open to everyone and they used to walk among the people in the bazaars without any bodyguards. The public had the freedom to criticize and account for their appropriateness and authority, therefore, if a precedent for a matter is not found in the Sunnah, then it can be seen in the Sunnah of the Caliphs.

Key Words: *- Holy Prophet, Rashidun Caliphate, Non-Muslims, Freedom, Rights, Islam.*

تعارف

صحابہ کرام پیغام نبوت کے امین تھے۔ عہد خلفائے راشدین میں ریاستی امور کے حوالے سے جو اجتماعی پالیسیاں بنیں، حقیقت میں وہ تعلیمات نبوی کی روشنی میں ہی حالات کے مطابق تشکیل دی گئی تھیں۔ کیونکہ صحابہ کرام مزاج شناسِ نبوت تھے۔ اس لیے ان کی کوئی بات تعلیمات نبوی کے خلاف نہیں ہو سکتی، خود پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کا یہ فرمان، عہد خلفائے راشدین کے اقدامات کی تائید کے لئے کافی ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

فعليكم بسنتي و سنة الخلفاء المهديين الراشدين تمسكو بها وعضوا عليها بالنواجذ۔[1]

"پس تم میری سنت (طریقہ) اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو جو نیک اور سیدھی راہ پر ہیں لازم پکڑو، اسے دانتوں سے مضبوطی سے پکڑلو۔"

خلفائے راشدین کے نزدیک حکومت اور اختیارات اللہ اور مسلمانوں کی امانت کی حیثیت رکھتے تھے، جنہیں ایمان دار اور عادل لوگوں کے سپرد کیا جانا چاہیے اور اس امانت میں کسی کو من مانے طریقے یا نفسانی اغراض کے لئے تصرف کا حق نہیں ہے۔ خلفائے راشدین ہر وقت ذمہ داریوں کے متعلق اپنے آپ کو امت کے سامنے جوابدہ سمجھتے تھے، ان کے دروازے ہر شخص کے لئے کھلے رہتے تھے اور وہ بازاروں میں کسی محافظ دستے کے بغیر عوام کے درمیان میں چلتے پھرتے تھے۔ عوام کو ان کے مناسب اور اختیارات پر تنقید اور محاسبہ کرنے کی کھلی آزادی تھی اس وجہ سے اگر کسی معاملہ کی نظیر سنت میں نہ ملے، تو اسے سنت خلفاء راشدین میں دیکھا جاسکتا ہے۔

عہد فاروقی میں جب کسی کو سرکاری عہدیدار (یعنی عامل و محصل یا گورنر وغیرہ) بنا کر بھیجا جاتا، تو ان سے چند شرائط کی پابندی کا عہد بھی، صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں لکھ دیا جاتا۔كان عمر رضى الله عنه اذا استعمل رجلا اشهد عليه رهطا من الانصار وغيرهم واشترط عليه اربعا: ان لا يركب برذونا، ولايلبس ثوباً رقيقاً، ولا ياكل نقياً ، ولا يغلق باباً دون حوائج الناس ، ولا يتخذحاجباً۔[2]

"حضرت عمرؓ جب کسی شخص کو عامل مقرر کرتے تو انصار اور دوسرے لوگوں پر مشتمل ایک جماعت کو گواہ بنا کر اس شخص سے چار شرائط کی پابندی کا عہد لیتے تھے، یہ کہ وہ عمدہ خچر پر نہ سوار ہوگا، باریک کپڑے نہ پہنے گا، چھنا ہوا آٹا نہ کھائے گا، اپنے دروازے بند کر کے لوگوں کی ضروریات سے بے نیازی نہ برتے گا اور اپنی ڈیوڑھی پر دربان نہ رکھے گا۔"

احادیث مبارکہ اسلامی سیاست کا ایک اصول ثابت ہوتا ہے کہ خلیفہ کے انتخاب میں جماعت کا جمہوری فیصلہ ہی قبول کیا جائے گا جیسا کہ ایک حدیث مبارکہ ہے:

من فارق الجماعة شبراً دخل النار [3]

آپ ان شرائط کی پابندی کا عہد اس لیے لیتے تھے کہ ہمارے عمال زہد و عبادت اور انکساری و تواضع کی زندگی بسر کریں۔ پس امت کی اصلاح و تربیت کا پہلا قدم یہ ہے کہ اسے خورونوش، لباس و پوشاک اور سواری وغیرہ میں اعتدال پسندی کی تعلیم دی جائے، کیونکہ جو زندگی اعتدال پسند ہوگی اس کے معاملات درست ہوں گے۔ درحقیقت آپ کی یہ شرائط نہایت حکیمانہ منصوبے پر مشتمل ہیں۔ آپ کے لئے امت مسلمہ کے تمام افراد کو اسلام کے غیر واجبی امور (یعنی زہد و تواضع کی اعلیٰ مثالوں) کا پابند کر دیں اور جب یہ ہستیاں زہد و تواضع اور اخلاق کریمانہ کا مظاہرہ کریں گی تو وہی معاشرہ کے لئے نمونہ ہوں گی۔ واقعتاً معاشرہ کی اصلاح اور اسے اسباب زوال سے دور رکھنے

---

[1] ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داود، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، دارالسلام للنشر والتوزیع، ۱۴۳۰ھ، حدیث نمبر ۴۶۰۷

[2] طبری، محمد بن جعفر ابن جریر، تاریخ طبری، ج۵، ص۳۹

[3] امام حاکم، مستدرک حاکم، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ج:۱، ص:۳۹۲، رقم الحدیث:۳۷۳

HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

کے لئے یہ ایک کامیاب منصوبہ بندی تھی۔[4]

حضرات خلفاء راشدین کے زمانہ میں جس کا بھی تقرر کیا جاتا تو اس عہدہ اور منصب کے لحاظ سے مطلوبہ شخص کی قابلیت کو دیکھا جاتا تھا۔

عہد خلفائے راشدین میں سرکاری مناسب پر تقرری کی درج شرائط قابل ذکر ہیں۔

1. مسلمان ہونا

اسلامی ریاست کے سب سے اعلیٰ عہدہ کے لیے اللہ کی شرط لگائی گئی ہے۔ کیونکہ اللہ نے صاحب منصب اشخاص اطاعت کا تذکرہ خود اپنی ذات اور رسول پاک ﷺ کے ساتھ کیا ہے، فرمایا:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ[5]

"اے لوگو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرو اور اولی الامر لوگوں کی اطاعت کرو"

چونکہ اسلامی مملکت میں اسلامی احکامات کا انعقاد ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ خلیفہ کا مسلمان ہونا شرط ہے۔

2. وسعت علم

سیدنا عمرؓ نے تمام تر مناصب کے بالمقابل خاص طور سے اسلامی افواج کے امراء و قائدین کی تقرری میں سنت نبوی ﷺ کی اقتدا کی۔ امام طبری فرماتے ہیں کہ جب اسلامی فوج عمر فاروقؓ کے پاس جمع ہوتی تو آپ اس پر ایک عالم دین اور شرعی بصیرت رکھنے والے آدمی کو مقرر کر دیتے۔[6]

3. تجربہ کاری اور بصیرت:

آپؓ نے اپنے دور حکومت میں عموماً نبی کریم ﷺ کے مقرر کردہ عمال ہی کو مقرر فرمایا، جو اپنے اپنے علاقوں میں عوام کی عمومی اصلاح کی نگرانی کرتے رہے۔ اس عہد میں چونکہ فتنوں کی کثرت تھی (فتنہ ارتداد اور منکرین زکوۃ)، اس لیے اس عہد میں دیگر اہم معاملات کی طرف کم توجہ رہی، تاہم پھر بھی آپؓ عمال کی تقرری کو نہایت اہم معاملہ سمجھتے تھے۔

سیدنا عمر بن خطابؓ سرکاری عہدوں کے لئے صاحب فضیلت افراد کو چھوڑ کر ایسے افراد کو افسر بناتے تھے جو تجربہ کار اور بصیرت کے حامل ہوں۔[7]

---

[4] راغب السرجانی، التاریخ الاسلامی، التقویٰ مصر، ج۱۹۔۲۰، ص۲۶۸

[5] النساء، ۴:۵۹

[6] ظافر القاسمی، نظام الحکم فی الشریعۃ والتاریخ الاسلامی، دار النفائس بیروت، ۱۴۰۸ھ، ج۱، ص۴۷۹

[7] محمد حسن شراب، المدینۃ النبویۃ فجر الاسلام، دار القلم دمشق، ۱۴۱۰ھ، ج۲، ص۵۶

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

حضرت عمر فاروقؓ کی طبیعت شروع سے ہی جوہر شناس واقع ہوئی تھی یعنی جس شخص میں جس قسم کی قابلیت ہوتی تھی وہ اس کی تہہ کو پہنچ جاتے تھے، اس کے ساتھ انہوں نے ملک کے تمام قابل آدمیوں سے واقفیت بہم پہنچائی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آپؓ جس شخص کو جو کام دیا، اس کے انجام دینے کے لئے بڑھ کر کوئی آدمی نہیں مل سکتا تھا۔ عرب میں چار شخص تھے، جن کو دہاۃ العرب کہا جاتا تھا۔ یعنی جو فن سیاست و تدبیر میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ حضرت امیر معاویہ، حضر عمرو بن العاص، حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت زیاد بن سمیہؓ حضرت عمرؓ نے زیادؓ کے سواتینوں کو بڑے بڑے ملکی عہدے دیئے اور ان پر اس طرح سے قابو رکھا کہ کبھی کسی قسم کی خودسری نہ کرنے پائیں۔ عبداللہ بن ارقمؓ ایک معزز صحابی رسول تھے۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کہیں سے ایک جواب طلب تحریر آئی۔ آپؐ نے فرمایا اس کا جواب کون لکھے گا؟ حضرت عبداللہ بن ارقمؓ نے عرض کی کہ میں۔ یہ کہ کر خود جواب لکھ کر لائے، آنحضرتؐ نے سنا، تو نہایت پسند فرمایا۔ حضرت عمرؓ بھی موجود تھے، ان کی اس قابلیت پر ان کو خاص خیال ہوا اور جب آپؓ خلیفہ بنے تو ان کو میر منشی مقرر کیا۔[8]

سیدنا عمر فاروقؓ کا وضع کردہ یہ معیار انتخاب آج بھی ترقی یافتہ ممالک میں معتبر و معمول بہ ہے اور یہ برحق ہے کہ دین پرست، متقی اور بااخلاق آدمی کو اگر سیاست اور حکومتی معاملات میں بصیرت نہ ہو تو وہ نفس پرستوں اور گمراہوں کے دھوکہ میں آسکتا ہے لیکن کہنہ مشق اور تجربہ کار صاحب بصیرت شخص کی دوراندیش نگاہیں فوراً الفاظ کے معانی اور ان کے مقاصد وانجام کو بھانپ لیتی ہیں۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ آپ نے ایسے ہی ایک آدمی کو ذمہ دار بنانے کا ارادہ کیا اور پھر اپنا فیصلہ اس لیے بدل لیا کہ وہ برائیوں کو قطعاً نہیں جانتا تھا۔ واقعہ کی تفصیل یوں ہے کہ آپ ایک آدمی کو کسی ذمہ داری پر مامور کرنا چاہتے تھے، اس کے بارے میں لوگوں سے معلومات حاصل کیں، چنانچہ آپ کو بتایا گیا کہ اے امیر المومنین! وہ آدمی برائی جانتا ہی نہیں۔ (یعنی اس کی تعریف کی) سیدنا عمرؓ نے کہنے والے سے کہا: پھر تو ستیاناس ہے عین ممکن ہے کہ (لاعلمی میں) وہ اس کو کر گزرے۔[9]

خلیفہ کے لیے معاملات کو سلجھانے کے لیے سیاسی بصیرت اور سیاسی مسائل کے حل کرنے کا تجربہ بھی ہو، یہ خصوصیت تمام خلفاء راشدین میں موجود تھی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جب خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالیں تو آپ نے سیاسی بصیرت سے کئی معاملات حل فرمائے۔

حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ میں بھی بہت سے مسائل درپیش تھے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے اپنی حکومت کے استحکام کی خاطر مختلف علاقوں میں ان گورنر کا تقرر کیا جو آپ کی قربت کے لحاظ سے قریب تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اس فیصلہ سے ریاست میں استحکام پیدا ہوا۔

سب سے زیادہ مسائل حضرت علیؓ کو درپیش تھے۔ ایک طرف حضرت عثمانؓ کے قاتلین کو سزا دینی تھی، دوسری طرف حضرت

---

[8] محمد حسن شراب، المدینۃ النبویۃ فجر الاسلام، ج۲، ص ۵۶

[9] ظافر القاسمی، نظام الحکم فی الشریعۃ والتاریخ الاسلامی، ج۱، ص ۴۸۲

امیر معاویہؓ نے بھی قاتلین عثمانؓ کو سزا دینے کا مطالبہ کیا۔ حضرت علیؓ نے سیاسی بصیرت سے ان تمام معاملات کو ختم کرنے میں اپنا کردار پیش کیا۔ حضرت علیؓ کا سب سے اہم فیصلہ خوارج کے خلاف جنگ کا تھا۔

حضرات خلفاء راشدین کے طرز عمل کو دیکھنے کے بعد یہ اصول وضع کیا گیا کہ خلیفہ کے اندر سیاسی بصیرت اور معاملات کو سلجھانے ک ابھی علم ہو۔علامہ ظافر قاسمی نے خلیفہ کی شرائط میں لکھا ہے:

خلیفہ کے تقرر کے لیے لازمی ہے اس میں دین اور دنیاوی امور سے متعلق مناسب علم ہو۔ اگر خلیفہ میں علمی قابلیت نہ ہو تو وہ جاہل ہی ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ[10]

"فرمادیجیے کہ علم والے اور جاہل کیا برابر ہیں؟"

بہر حال اس واقعہ کا مقصد یہ ہرگز نہیں ہے کہ کسی شعبہ کا ذمہ دار یا افسر قوت، امانت، علم اور اہلیت وصلاحیت جیسی اعلیٰ صفات و کردار جو کسی بہترین حکومت اور ادارہ کے لیے ضروری ہیں ان سے عاری ہو، بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ ان صفات کے حاملین مین تفاوت پایا جاتا ہے، لہذا ایسے وقت میں ترجیح اسی آدمی کو حاصل ہو گی جو کہنہ مشق اور تجربہ کار صاحب بصیرت ہو۔

4۔ امانت داری

عمال کا قوی اور امانت دار ہونا:

خلیفہ میں دیگر خصوصیات کے ساتھ سات امین کی صفت کا پایا جانا بھی ضروری ہے۔ حضرت یوسفؑ نے بادشاہ سے کہا ارشاد ربانی ہے:

اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ[11]

"بے شک میں حفاظت کرنے والا بھی ہوں اور صاحب علم بھی ہوں"

حضرت عمر فاروقؓ سرکاری عہدیداروں، عمال اور گورنروں کے انتخاب و تقرر میں قوی کے مقابلے میں قوی ترین افراد کو ترجیح دیتے، تاکہ سرکاری عہدیداروں کی کارکردگی بہتر سے بہتر نظر آئے۔ کسی سرکاری عہدیدار کا کارآمد اور سب سے زیادہ قوی ہونا آپ کے نزدیک کتنا اہم تھا؟ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے۔ جس کا اظہار آپ اپنے ایک خطبہ میں اس طرح سے فرمایا:

---

[10] الزمر:۹

[11] یوسف:۵۵

ولولا رجائی ان اکون خیرکم لکم، وأقواکم علیکم، وأشدکم اضطلاعاً بما ینوب من مھم امرکم ، ماتولیت ذلک منکم[12]

"اگر مجھ کو یہ امید نہ ہوتی کہ میں تم لوگوں کے لئے سب سے زیادہ کارآمد سب سے زیادہ قوی اور مہمات امور کے لئے سب سے زیادہ قوی باز ہوں تو میں اس منصب کو قبول نہ کرتا۔"

سیدنا عمرؓ نے اس اصول کو عملاً نافذ کیا اور قوی فرد کے مقابلے میں اقویٰ (قوی ترین) فرد کو ترجیح دی۔ چنانچہ آپ نے جب شرحبیل بن حسنہؓ کو معزول کر کے ان کی جگہ معاویہؓ کو گورنر مقرر کیا تو شرحبیلؓ نے آپ سے دریافت کیا کہ: اے امیر المومنین! کیا آپ نے ناراض ہو کر مجھے معزول کیا ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: نہیں، بلکہ میں جس طرح چاہتا تھا تم اسی طرح ہو، لیکن میں (اس منصب کے لئے) قوی ترین آدمی کو چاہتا ہوں۔[13]

حضرت عمرؓ جس خوبی کو مد نظر رکھ کر لوگوں کو عہدے عطا فرماتے تھے وہ خوبی آپؓ اپنے اندر بہتر انداز میں سمجھتے تھے۔ آپؓ نے تو یہاں تک فرما دیا کہ اگر یہ صفت مجھ میں دوسروں کی نسبت کم ہوتی، یا دوسروں میں یہ خوبی زیادہ ہوتی، تو میں اس خلافت کی ذمہ داری بھی نہ سنبھالتا۔

5۔ تقرری کے وقت فرائض منصبی کی تعلیم:

خلیفہ کے لیے صاحب علم ہونا بھی ضروری ہے۔ اس کے پاس دینی وار دنیاوی معاملات کا علم ہو، اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کے ذریعے طالوت کو خلافت کی نوید دی تو ساتھ علمی اور جسمانی صحت کا تذکرہ کیا۔ فرمایا:

قَالَ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰہُ عَلَیْکُمْ وَزَادَہٗ بَسْطَۃً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ[14]

"داؤدؑ نے کہا یقیناً اللہ تعالیٰ نے طالوت تم کو چن لیا ہے اور تمہیں وافر علم اور طاقت عطا کی ہے"۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ جب کسی کو عہدہ پر مامور فرماتے، تو عموماً اسے بلا کر اس کے فرائض کی تشریح کر دیتے اور تقویٰ کی نصیحت فرماتے۔ چنانچہ حضرت عمرو بن العاصؓ اور حضرت ولید بن عقبہؓ کو قبیلہ قضاعہ پر عامل بنا کر بھیجا، تو ان کی درج ذیل الفاظ میں نصیحت فرمائی۔

اتق اللہ فی السر والعلانیۃ ، فانہ من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب فلا تن ولا تفتر و کتب الیھما استخلفا علی لکما، واندبا من یلیکما[15]

"خلوت و جلوت میں خوف خدا رکھو جو خدا سے ڈرتا ہے وہ اس کے لیے ایسی سبیل اور اس کے رزق کا ایسا ذریعہ پیدا

---

[12] البلاذری، احمد بن یحییٰ، جمل من انساب الاشراف، کتاب ابو حفص عمر بن الخطاب بن نفیل باب خطبۃ لعمر عقب تولیتہ، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۷ھ، ج۱۰، ص۳۶۳

[13] طبری، محمد بن جعفر ابن جریر، تاریخ طبری، ج۵، ص۳۹

[14] البقرہ:۲۴۷

[15] طبری، محمد بن جعفر ابن جریر، تاریخ طبری، ج۳، ص۳۹۰

کر دیتاہے جو کسی کے وہم و گمان میں نہیں آسکتا۔۔۔تم اللہ کی ایسی راہ میں ہو جس میں افراط و تفریط اور ایسی چیزوں سے غفلت کی گنجائش نہیں اور ان کی طرف لکھ بھیجا کہ تم اپنے اعمال کی محافظت کرو اور جو شخص تمہارے قریب آئے اس سے عمدہ طریقے سے پیش آؤ۔"

معلوم ہوا کہ عہد صدیقی میں کسی بھی سرکاری عہدیدار کی تقرری کے وقت خلیفہ اولؓ جن پہلوؤں کو مد نظر رکھتے تھے ان میں ایک رسول اکرم ﷺ سے محبت اور تجربہ کاری کا پہلو شامل تھا،یعنی جو شخص عہد نبوی میں عامل یا عہدیدار رہا ہو اسے ہی آپؓ نے سرکاری عہدہ عطا کیا۔

6۔ تقرری میں اعلیٰ اوصاف کی اہمیت:

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عمال اور عہدیداران کے انتخاب میں ہمیشہ ان لوگوں کو ترجیح دی، جو عہد نبوت میں عامل کے عہدہ پر فائز رہے اور ان سے ان ہی مقامات میں کام لیا جہاں وہ پہلے کام کر چکے تھے عہد نبوت میں مکہ میں عتاب بن اسیؓ، طائف میں عثمان بن ابی العاصؓ، صنعاء میں المہاجرؓ، بن ابی امیہ، حضرت موت میں زیادہ بن لبیدؓ، خولان میں یعلی بن امیہؓ، یمن میں ابو موسیٰ الاشعریؓ اور بحرین میں العلاء بن الحضرمیؓ مامور تھے۔ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بھی ان مقامات پر ان ہی لوگوں کو مامور رکھا۔[16]

حضرت عمرؓ نے اسلامی افواج کے امراء و قائدین کی تقرری میں سنت نبوی کی اقتدا کی۔ امام طبریؒ فرماتے ہیں کہ جب اسلامی فوج حضرت عمرؓ کے پاس جمع ہوتی، تو اس پر ایک عالم دین اور شرعی بصیرت رکھنے والے آدمی کو مقرر کر دیتے۔ حضرت عمرؓ کی تعلیم و تربیت کا یہ اثر ہوا کہ اسلامی ریاست کی انتظامیہ کا ہر ممبر پاکیزہ نفسی، نیک خوئی، حلم و تواضع، جرأت و آزادی، حق وپرستی و بے نیازی کی تصویر بن گیا۔ تاریخ اسلامی میں اس وقت کی مجالس اور محافل کا نقشہ دیکھا جائے تو ہر شخص کے حلیہ میں یہ خدوخال صاف نظر آتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے فیض سے قوم میں وہ اخلاق محفوظ رہے۔ اور نئی قومیں جو اسلام میں داخل ہوتی گئیں، اسی اثر سے متاثر ہوتی گئیں۔[17]

قابل و باصلاحیت عہدیداران کا انتخاب:

اگر عہدِ رسالت اور خلافت راشدہ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ رسول پاک قابلیت اور متعلقہ شعبہ میں مہارت کو خصوصی اہمیت دیتے تھے۔ جیسے صحابہ کرام کھجور کی پیوند کاری کرتے تھے۔ ایک دفعہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم پیوند کاری نہ کرو تو کھجوریں نہیں ہوں گی، چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پیوند کاری نہ کی۔ سال کے اختتام پر کھجوریں اچھی نہ ہوئیں تو رسول پاک ﷺ نے فرمایا:

---

[16] الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، سنۃ ثلاث عشرۃ ذکر اسماء قضاتہ وکتابہ وعمالہ علی الصداقات، دارالتراث، بیروت ۱۳۸۷ھ، ج۳، ص ۴۲۷

[17] شبلی نعمانی، علامہ، الفاروق، ادارہ اسلامیات، لاہور، ج۲، ص ۲۹۴

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

انتم اعلم بام دنیاکم [18]

”تم دنیاوی معاملات میں بہتر علم رکھتے ہو“

سرکاری عہدیداروں کا انتخاب کرنا نہایت ہی اہمیت کا حامل تھا، کیونکہ کوئی کتنا ہی بیدار مغز اور کوئی قانون کتنا ہی مکمل کیوں نہ ہو، لیکن جب تک حکومت کے اعضاء وجوارح یعنی عہدہ دارانِ ملکی قابل، لائق، راست باز نہ ہوں اور ان سے نہایت بیدار مغزی کے ساتھ کام نہ لیا جائے تو ملک وملت کی فلاح نہیں ہو سکتی۔ اس معاملے میں آپؓ نے خوب تتبع اور تلاش بسیار کے بعد افراد کو عہدوں پر مامور کیا خواہ ان کی طبیعت اس طرف مائل نہ تھی۔ ایک موقع پر آپؓ نے ایک مجلس شوریٰ منعقد کی اور صحابہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

[18] ایضا

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

اذا لم تعینونی فمن یعننی ؟فقالو: نحن نعینک ، فقال : یا آبا ھریرۃ ائت البحرین وھجر انت العام[19]

”جب تم لوگ ہی میری مدد نہ کروگے تو کون میری مدد کرے گا؟ان حضرات نے جواب دیا کہ ہم آپ کی مدد کریں گے ،اس پر آپ نے فرمایا:ابوہریرہ تم اس سال بحرین اور ہجر (کے عامل بن کے) چلے جاؤ۔“

7. گورنروں کی تقرری سے پہلے ان کا امتحان لینا:

رسول پاک ﷺ کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ نبی پاک ﷺ نے مختلف صحابہ کرام کی مختلف مقامات پر ڈیوٹیاں لگائیں اور کئی صحابہ کرام کو مناصب بھی عطا فرمائے۔کئی صحابہ کرام سے مسائل کے بارے میں پوچھتے بھی تھے ،جیسے حضرت معاذ بن جبلؓ سے بطور انٹرویو سوال کیا کہ تم لوگوں کے فیصلے کیسے کروگے ؟عرض کی:کتاب اللہ سے ،فرمایا اگر کتاب اللہ میں نہ پاؤ تو پھر ؟فرمایا: سنت رسول ﷺ سے ،فرمایا اگر حدیث بھی نہ ملے تو؟عرض کی:اپنی رائے سے[20]

سیدنا عمرؓ افسران و گورنران کی تقرری سے پہلے ان کا امتحان لیتے تھے ،یہ امتحان کبھی کبھار کافی طویل ہوتا تھا۔احنف بن قیسؓ کا بیان ہے وہ کہتے ہیں کہ:میں عمر بن خطابؓ کے پاس آیا،آپ نے تقریباً ایک سال کے لئے مجھے اپنے پاس روک لیا اور آخر میں مجھ سے کہا: اے احنف!میں نے تم کو آزمالیا اور جانچ لیا۔میں نے دیکھا کہ تمہارا ظاہر بہت اچھا ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ باطن بھی ظاہر ہی کی طرح ہوگا۔ہم آپس میں باتیں کرتے تھے کہ اس امت کو ہر چالاک وہوشیار منافق ہلاک کرے گا۔پھر آپ نے ان سے کہا:کیا تم جانتے ہو میں نے تم کو کیوں روک رکھا تھا؟اس کے بعد بتایا کہ تمہارا امتحان مقصود تھا۔پھر آپ نے انہیں گورنر بنادیا۔[21]

آپ نے احنف کو کئی نصیحتیں کیں،ان میں سے ایک یہ تھی کہ اے احنف!جو بہت زیادہ ہنستا ہے اس کا رعب کم ہو جاتا ہے،جو مذاق کرتا ہے اس کی ہنسی اڑائی جاتی ہے اور جو کسی چیز کی کثرت کرتا ہے وہ اسی سے معروف ہو جاتا ہے۔جو بہت زیادہ بولتا ہے اس سے لغزش زیادہ سرزدہ ہوتی ہے اور جس کی لغزشوں میں زیادتی ہوتی ہے اس سے حیاوشرم چھن جاتی ہے اور جس سے حیاوشرم چھن جاتی ہے اسے ورع و تقویٰ ختم ہو جاتا ہے اور جس سے ورع و تقویٰ ختم اور اس کا دل مردہ ہو جاتا ہے۔[22]

8. مقامی لوگوں کو گورنر بنانا:

رسول پاک ﷺ نے بھی کئی مقامی لوگوں کو مناصب وعہدے دیئے ہیں جیسے حضرت رافعؓ مکہ میں بیعت عقبہ میں شامل ہوئے ۔ان کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا۔آپ ﷺ نے حضرت رافعؓ کو خزرج کی شاخ بنی رزیق کا معلم مقرر کیا۔[23]

---

[19] ابو یوسف،کتاب الخراج،ص ۱۱۸

[20] طبری،ابوجعفر،محمد بن جریر،تاریخ الامم والملوک،دار الفکر بیروت،۱۹۸۷ء

[21] عمری،عبد العزیز بن ابراہیم،الولایۃ علی البلدان،ج ا،ص ۱۴۲

[22] الجوزی،عبد الرحمن ابن جوزی،صفۃ الصفوۃ،دار المعرفۃ بیروت لبنان،ج ا،ص ۲۸۷

[23] عسقلانی،ابن حجر،احمد بن علی،الاصابہ فی تمیز الصحابہ ،بیروت،دار احیاء التراث الاسلامی،۱۳۲۸ھ،۲۱۳/۳

مذکورہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مقامی لوگوں کا تقرر کرنا بھی درست ہے ۔ اسی طرح سیدنا عمر فاروقؓ کی سیاست کا ایک خاص پہلو یہ تھا کہ آپ عموماً مقامی لوگوں ہی کو رعایا کا گورنر مقرر کرتے تھے، بشرطیکہ وہ گورنری کے لئے زیادہ مناسب اور مصلحت کے موافق رہے ہوں، جیسا کہ جریر بن عبداللہ بجلیؓ کو قوم بجیلہ کا اس وقت حاکم بنایا جب انہیں عراق روانہ کیا۔[24] اسی طرح سلمان فارسیؓ کو مدائن، نافع بن حارثؓ کو مکہ اور عثمان بن ابی العاصؓ کو طائف والوں کا گورنر مقرر کیا۔ غالباً اس طرز سیاست کے پیچھے بعض مخصوص مقاصد کا حصول تھا جنہیں دوسروں کے بالمقابل مقامی لوگ ہی پورا کر سکتے تھے۔[25]

9. طالب عہدہ کو عہدہ نہ دینا:

طالب عہدہ کو عہدہ نہ دینے کا اصول آپؓ نے سنت نبوی سے ماخوذ فرمایا تھا جیسا کہ حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ میں دو آدمیوں کو ساتھ لے کر رسول اکرم ﷺ کے پاس گیا۔ ان میں سے ایک نے خطبہ پڑھا۔ پھر کہنے لگا کہ ہم اس واسطے سے آپ ﷺ کے پاس آئے ہیں کہ آپ ﷺ ہم سے حکومت پر مدد لیجئے (یعنی ہم کو کوئی کام دیجئے یا عامل بنائیے) پھر دوسرے نے ایسا ہی کہا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تم سب میں زیادہ جھوٹا ہمارے نزدیک وہ ہے جو حکومت کو طلب کرے۔ پھر حضرت موسیٰؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عذر کیا کہ مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ دونوں آدمی اس کام کو آئے ہیں (ورنہ میں ان کو اپنے ساتھ نہ لاتا)۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ان سے کسی کام میں مدد نہ لی، یہاں تک کہ آپ ﷺ کی وفات ہو گئی۔[26]

سرکاری عہدیداران کے انتخاب اور تقرر میں ممتاز بزرگ صحابہ کرامؓ سے مشاورت کی جاتی تھی، اس کے بعد ہی یہ انتخاب و تقرر کیا جاتا تھا۔[27]

10. سابق گورنروں کا احترام:

عہد فاروقی کے گورنران کی ایک امتیازی صفت یہ تھی کہ وہ اپنے سابق گورنروں کی عزت و احترام کرتے تھے۔ عہد فاروقی ہی نہیں بلکہ جملہ خلفائے راشدین کے بیشتر گورنران کی یہ نمایاں خوبی تھی، مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ جب خالد بن ولیدؓ، ابوعبیدہ بن جراح وغیرہ پر شام کے گورنر بن کر آئے تو آپ نے قطعاً یہ گوارا نہ کیا کہ ابو عبیدہؓ کو پیچھے کر کے خود نماز کی امامت کریں اور اسی طرح جب شام کی اسلامی افواج کی سپہ سالاری سے خالد بن ولیدؓ کو معزول کر کے ان کی جگہ پر ابو عبیدہؓ کو مقرر کیا تو ابو عبیدہؓ نے خالدؓ کے احترام میں فاروقی حکم نامہ پوشیدہ رکھا اور خالدؓ کو اس کی اطلاع نہ دی، یہاں تک کہ خالد بن ولیدؓ کے نام عمرؓ کا دوسرا خط آیا۔ اس وقت آپ کو واقعہ کی اطلاع ملی اور

---

[24] عمری، عبدالعزیز بن ابراہیم، الولایۃ علی البلدان، ج ۱، ص ۱۴۲

[25] عمری، عبدالعزیز بن ابراہیم، الولایۃ علی البلدان ج ۱، ص ۱۴۲

[26] ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داؤد، کتاب الخراج والفئی والامارۃ، باب ماجاء فی طلب الامارۃ، حدیث نمبر: ۲۹۳۰

[27] امام ابو یوسف، کتاب الخراج، ص ۱۱۷

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

اطلاع نہ دینے کی وجہ سے ابو عبیدہؓ پر عتاب کیا۔[28]

ڈاکٹر عبدالعزیز العمری لکھتے ہیں کہ پوری بحث و تحقیق کے باوجود والیان ریاست کی تاریخ میں مجھے ایسا کوئی واقعہ نہیں ملا جس میں کسی نومنتخب گورنر نے سابق گورنر کو رسوا کیا ہو یا اس کے خلاف زبان درازی کی ہو، بلکہ عموماً وہ لوگ منصب سنبھالنے کے بعد جو پہلا خطبہ دیتے تھے اس میں اپنے سابق گورنر کی تعریف کرتے تھے۔[29]

11. قرابت داروں کو حاکم نہ بنانا:

قرآن مجید نے قریبی رشتہ داروں کے متعلق اصول ذکر کیا کہ قریبی لوگوں کو دین میں داخل کرو۔ ان کو تبلیغ کرو، مگر جب وہ نافرمانی پر اتر آئیں تو ان سے بری ہو جاؤ۔ فرمایا:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۙ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ [30]

”اے محبوب اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ اور اپنے رحمت کے بازو مومنین کے لے کھول دو۔ پس اگر وہ نافرمانی کریں تو کہہ دو جو تم کرتے ہو میں ان سے بری ہوں“

سیدنا عمرؓ کی یہ پوری کوشش ہوتی تھی کہ اگرچہ آپ کے بعض قرابت داروں مثلاً چچازاد بھائی سعید بن زید اور لڑکے عبد اللہ بن عمرؓ کو اسلام میں سبقت حاصل ہے اور عہدہ سنبھالنے کی صلاحیت بھی موجود تھی، لیکن ان میں سے کسی کو گورنر نہیں بنایا۔ آپ کے ہم نشینوں میں سے ایک آدمی نے ایک مرتبہ آپ سے کوفہ کے گورنر ان کے ساتھ کوفہ والوں کے عدم تعاون کی شکایت سنی اور آپ کو یہ بھی کہتے ہوئے سنا کہ میری خواہش ہے کہ اگر کوئی طاقت ور اور امانت دار مسلمان مل جاتا تو میں اسے ان پر گورنر بنا کر بھیجتا۔ اس آدمی نے یہ سن کر کہا: اللہ کی قسم! اس سلسلہ میں ایک آدمی کی نشاندہی کر رہا ہوں، وہ ہیں عبد اللہ بن عمرؓ۔ سیدنا عمرؓ نے فرمایا: اللہ تمہیں غارت کرے، اللہ کی قسم! تو نے اس رائے سے اللہ خوشنودی نہیں چاہی ہے۔[31]

”جس نے ذاتی محبت یا قرابت داری کی بنا پر کسی کو حاکم بنایا اور اس کے علاوہ اور کوئی وجہ ترجیح نہیں ہے تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت کی۔“[32]

13. زہد و تقویٰ کے تصور کی درستگی:

زہد و تقویٰ بھی سربراہ ریاست میں ہونا چاہیے۔ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس ایک غلام دودھ کا پیالہ لے کر آیا۔

---

[28] الیعقوبی، احمد بن یعقوب، تاریخ یعقوبی، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت، ۲۰۱۰ء، ج۲، ص ۱۴۰

[29] عمری، عبد العزیز بن ابراہیم، الولایۃ علی البلدان، ج۲، ص ۵۵

[30] الشعراء: ۲۱۴–۲۱۶

[31] ابن جوزی، عبد الرحمن بن علی بن محمد، مناقب عمر بن الخطاب، دار المنار، ۲۰۰۰ء، ص ۱۰۸

[32] ابن تیمیہ، احمد ابن تیمیہ، الفتاویٰ، دار ابی الطیب البحث و التحقیق، ج ۲۸، ص ۱۳۸

آپ اسے پی گئے، بعد میں پوچھا یہ دودھ کیسا تھا؟ اس غلام نے کہا زمانہ جاہلیت کا ایک منتر اس پر دم کیا تھا جس کے بدلہ میں مجھے دودھ ملا ہے ۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حلق میں انگلی ڈال کر دودھ کو اگل دیا۔ عرض کی: اے الہ العالمین جو میری رگوں میں ہے تو اس کو صاف کر دے۔[33]

عہد خلفائے راشدین میں ملکی انتظام میں حصہ لینا زہد اور تقویٰ کے خلاف سمجھا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس تصویر کو ختم فرمایا۔ ایک مرتبہ حضرت ابو عبیدہؓ نے آپؓ پر جب یہ اعتراض کیا کہ آپؓ نے صحابہؓ کے تقویٰ کو عہدوں سے داغدار کیا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

يا أبا عبيدة اذا لم استعن باهل الدين على سلامة ديني فبمن استعين[34]

"ابو عبیدہ اگر میں اپنے دین کی سلامتی کے لئے دین داروں سے مدد نہ لوں تو کس سے مدد لوں؟"

سیدنا عمرؓ کے گورنران میں سعید بن عامر بن حذیم، عمیر بن سعد، سلمان فارسی، ابو عبیدہ بن جراح اور ابو موسیٰ اشعریؓ کو زہد و ورع میں شہرت حاصل ہے۔ حتیٰ کہ بعض گورنروں کی بیویاں اپنے شوہروں کی بیزاری اور زہد میں مشغولیت کی شکایت لے کر عمر فاروقؓ کے پاس آتی تھیں، مثلاً معاذ بن جبلؓ کی بیوی ان کی شکایت لے کر آپ کے پاس آئی۔ واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ زکوٰۃ میں جو کچھ بھی وصول کیا وہیں کے ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا، اپنے پاس کچھ بھی نہ چھوڑا، اپنے کندھے پر بیٹھنے کے لئے جو بوریا لے کر گئے تھے، وہی لے کر واپس آئے، تو ان کی بیوی نے کہا: عمال و محصلین اپنی بیویوں کے لئے سفر سے واپسی پر کچھ لاتے ہیں، تم جو لائے ہو وہ کہاں ہے؟ آپ نے جواب دیا ذ: میرے اوپر ایک نگران تھا۔ بیوی نے کہا: رسول اللہ ﷺ اور ابو بکرؓ کے نزدیک تم امانتدار شمار ہوتے تھے، کیا عمرؓ نے تمہارے ساتھ نگران بھیجا تھا؟ چنانچہ وہ اپنی سہیلیوں میں یہ بات پھیلانے لگی اور عمرؓ کی شکایت کرنے لگی، جب عمرؓ کو اس کی خبر ملی تو آپ نے معاذؓ کو بلوایا اور ان سے پوچھا: کیا تم پر کوئی نگران مقرر کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: اس کے علاوہ اس (بیوی) سے معذرت کے لئے پاس پاس کوئی بہانہ نہیں تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر عمرؓ ہنسنے لگے اور معاذؓ کو کچھ سامان دے کر کہا: اسے لے جاؤ اسے دے کر خوش کر دو۔[35]

سیدنا عمرؓ کے دور کے والیان ریاست تواضع میں بہت مشہور ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنے شہروں میں جاتے تو ان میں اور عوام میں فرق نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ اپنے لباس، رہائش اور سواری وسفر وغیرہ میں عام لوگوں کی طرح رہتے تھے، کسی خاص چیز میں خود ممتاز نہیں رکھتے تھے۔ اس کی مثالوں میں ابو عبیدہ بن جراحؓ کا واقعہ قابل ذکر ہے۔ چنانچہ شاہ روم نے سیاسی گفت وشنید کے لئے ابو عبیدہؓ کے پاس اپنا ایک ایلچی بھیجا، وہ مسلمانوں کے پاس آیا اور ابو عبیدہؓ تک پہنچ گیا، لیکن ان میں اور ابو عبیدہؓ میں وہ تمیز نہ کر سکا اور نہیں جان سکا کہ اس میں ابو عبیدؓ بھی ہیں یا نہیں اور اسی لیے دربار امارت کا خوف بھی محسوس نہ ہوا۔ بہر حال اس نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہا: اے عرب

---

33 بخاری، صحیح بخاری، مناقب الانصار، رقم الحدیث: ۳۸۴۲ھ ۲/ ۵۷۱

34 ابو یوسف، کتاب الخراج، باب فی الذیاد والنقصان، ص ۱۱۹

35 عمری، عبد العزیز بن ابراہیم، الولایۃ علی البلدان، ج ۲، ص ۵۳

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

کے لوگو! تمہارا امیر کہاں ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ دیکھو، یہی ہیں۔ اس نے دیکھا کہ آپ کمان کے سہارے زمین پر بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں تیر ہیں۔ آپ انہیں الٹ پلٹ رہے ہیں۔ ایلچی نے ابو عبیدہؓ سے کہا: کیا آپ ان کے امیر ہیں؟ آپ نے کہا: ہاں۔ اس نے کہا: پھر آپ زمین پر کیوں بیٹھے ہیں؟ اگر آپ مسند پر بیٹھیں تو کیا وہ آپ کے اللہ کے نزدیک آپ کی ذلت کا سبب ہے یا یہ چیز آپ کو احسان سے روکنے والی ہے؟ ابو عبیدہؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حق بات سے شرم نہیں کرتا، تمہاری بات کی ضرور میں تصدیق کروں گا۔ میں درہم و دینار کا مالک نہیں ہوں اور نہ گھوڑا، ہتھیار اور تلوار کے علاوہ میرے پاس اور کچھ ہے۔ آج شام کو مجھے کچھ اخراجات کی ضرورت پڑی اور میرے پاس کچھ نہ تھا ایسے نازک وقت میں میں نے اپنے بھائی یعنی معاذؓ سے کچھ قرض لیا اور انہوں نے مجھے قرض دیا ہے۔ اگر میرے پاس مسند، قالین ہوتی بھی تو میں اپنے مسلمان بھائیوں اور ہم نشینوں کو چھوڑ کر اس پر نہ بیٹھتا، بلکہ میں اس پر اپنے مسلمان بھائی کو بٹھاتا۔ اس لیے ممکن ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجھ سے زیادہ بہتر ہوں، ہم سب اللہ کے بندے ہیں، زمین پر چلتے ہیں، زمین پر بیٹھتے ہیں، زمین پر کھاتے ہیں، زمین پر سوتے ہیں، اس سے اللہ کے یہاں ہمارا مقام کچھ بھی کم نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اس تواضع کی وجہ سے ہمارا ثواب بڑھا دیتا ہے، ہمارا مرتبہ بلند کر دیتا ہے اور ہم اس عمل کے ذریعہ اللہ کے سامنے تواضع و خاکساری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔[36]

اخلاقی صفات میں سے تقویٰ کے بارے میں حضرت علیؓ کا قول ہے:

یا بنی ان احب ماانت آخذ بہ الی من وصیتی تقویٰ اللہ [37]

"جان لو کہ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب چیز اس وصیت نامے میں تقویٰ یعنی اللہ سے ڈرنا ہے"

خلاصہ بحث

خلافت راشدہ میں عہدیداران کے تقرر و نامزدگی کے لیے میرٹ کو مد نظر رکھا جاتا تھا۔ ہر طرح کے امور کے لیے اہلیت اور قابلیت کو ہی مد نظر رکھا جاتا تھا اور تمام اہل اور قابل افراد کو ہی منتخب کیا جاتا تھا۔ اسی وجہ سے تمام امور بخوبی اور احسن طریقے سے سرانجام پاتے تھے۔ نیز میرٹ کی وجہ سے خلافت راشدہ کے دور میں بدعنوانی اور بے ضابطگی جیسے مسائل نہ ہونے کے برابر تھے۔ عوام کی فلاح و بہبود توجہ مرکوز کی جاتی تھی۔ انہی وجوہات کی بدولت سے عوام خوشحال اور پر اسودہ زندگی بسر کر رہی تھی۔ اسی وجہ سے خلافت راشدہ کے دور کو ایک مثالی دور قرار دیا جاتا ہے۔

[36] عمر واقدی، ابو عبد اللہ محمد بن عمر، فتوح الشام، شاکر پبلی کیشنز لاہور، ص ۱۲۲، ۱۲۳

[37] سید رضی، نہج البلاغۃ، انتشارات دار الہجرۃ، قم، ص: ۳۹۴